کرنے کے بعد تدوین فقہ کے کام میں مدد دے۔ اس ضمن میں فقہی اکیڈمی کی رہنمائی اور مرکزی سیکرٹریٹ کی ہدایات و منظوری ضروری ہوگی۔ اگر امت مسلمہ کو ایک ہی فقہی نظام پر یکجا کرنے کی کوشش کی جائے اور کامیابی حاصل ہو جائے تو یہ وحدت امت کے سنہرے خواب کی سہانی تعبیر ہوگی نیز اسلام کے آفاقی اخلاقی معاشرے کے قیام کے نصب العین کی تکمیل کی راہیں ہموار ہو جائیں گی۔

آخر میں یہی دہرانا چاہتا ہوں کہ اسلام اور ملت اسلامیہ کا مستقبل ایک حد تک فقہ اسلامی کی تدوین جدید کے ساتھ وابستہ ہے۔

حوالہ جات

۱۔ صبحی محمصانی: فلسفۃ التشریع فی الاسلام، بیروت ۱۹۷۵ء، ص ۳۶

۲۔ محمد اقبال: تشکیل جدید الٰہیات اسلامیہ، اردو، بزم اقبال لاہور ۱۹۵۸ء، ص ۲۳۰ تا ۲۳۲

۳۔ تلخیص ترجمہ۔ عبدالوہاب خلاف: خلاصۃ التشریع الاسلامی، مصر ۱۹۶۸ء، ص ۹۶ تا ۹۹۔

۴۔ فرید وجدی: دائرۃ معارف القرآن العشرین، بیروت، ج ۳، ص ۱۹۰

۵۔ ہفت روزہ ایشیا، اشاعت ۳ اگست ۱۹۷۰ء (بیان مفتی جمیل احمد تھانوی)

۶۔ محمد ازہر شاہ قیصر: حیات انور، دہلی ۱۹۵۵ء، ص ۱۶۵ (فرمودۂ اقبال)

۷۔ محمد یوسف موسیٰ: تاریخ الفقہ الاسلامی، قاہرہ ۱۹۵۷ء، ص ۱۲۱۔ بحوالہ فکر و نظر، اپریل، مئی ۱۹۷۷ء، ص ۵۰۱ تا ۵۰۲۔

۸۔ محمد اقبال: تشکیل جدید الٰہیات اسلامیہ، اردو ترجمہ سید نذیر نیازی، بزم اقبال لاہور، ۱۹۵۸ء، ص ۲۳۶۔

۹۔ تفصیل کے لئے ملاحظہ ہوں: محمد طیب قاری: اجتہاد و تقلید، ادارہ عثمانیہ لاہور ۱۹۶۱ء ص ۹ تا ۱۵۔ نیز محمد حنیف ندوی، مسئلہ اجتہاد۔

۱۰۔ ڈاکٹر محمد حمید اللہ: لیکچر جامعہ اسلامیہ بہاولپور، ہفت روزہ زندگی، لاہور، شمارہ ۲۱ تا ۲۷ مارچ ۱۹۸۰ء، نیز ماہنامہ چراغ راہ، اسلامی قانون نمبر، ۱۹۵۸ء کراچی، جلد دوم۔ ص ۲۷۵

Fikr-o-Nasar (Islamabad) 20:9-10 (1983)

شریعتِ اسلامی میں اجتہاد کا کردار

استاذ مصطفیٰ احمد الزرقاء
ترجمہ: عبدالرحیم اشرف بلوچ

یہ ایک قدیم موضوع (اس طرح) ہے کہ ہمارے اسلاف نے اس بحث کو چھیڑا اور اس کی حقیقت شرائط اور ضرورت کو بیان کیا، اور ان ضروری اوصاف کا ذکر کیا جن کا اجتہاد کرنے والوں میں پایا جانا لازمی ہے۔ (اور پھر) چوتھی صدی کے بعد متأخرین فقہاء نے ہمیں اجتہاد کے دروازے کے بند ہونے کی خبر دی، یہ اور اس کے علاوہ دیگر قدیم مباحث ہیں۔

اور یہ ایک نیا موضوع ہے کیونکہ اجتہاد کے لئے نئی بحث کا دروازہ کھولنا ضروری ہو گیا ہے اس پر نئے زاویوں اور پہلوؤں سے غور کرنا ہو گا کیونکہ بہت کم لوگوں نے اسے اپنے غور و فکر کا مرکز بنایا ہے۔

میں اس مختصر سے مقالے میں اجتہاد کے تمام مباحث کا احاطہ نہیں کر سکتا اس لئے میں اجتہاد کے بعض نئے امکانات کا ایک نئے رخ سے جائزہ لینے پر اکتفا کروں گا جس کے ذریعے ہم ماضی سے روشنی حاصل کریں تاکہ مستقبل کا طویل راستہ ہمارے لئے روشن ہو جائے۔

فقہاء کی اصطلاح میں اجتہاد کے معنی

اجتہاد، جیسا کہ اس کی فقہی تعریف سے واضح ہوتا ہے کہ وہ شرعی احکام کا شریعت میں بیان کردہ

تفصیلی دلائل کی روشنی میں استنباط کرنے کا نام ہے اس کا یہ مطلب ہے کہ شریعت میں ہر ممکن واقعہ کے لئے حکم موجود ہے اور اس میں کافی دلائل ہیں تاکہ اس حکم شرعی میں اجتہاد کرنے والوں کو رہنمائی مل سکے۔

اور شرعی دلائل جیسا کہ علماء شریعت کو معلوم ہے چار ہیں :۔

(۱) نصوص قرآنیہ۔ (۲) نصوص سنت نبوی۔ (یہ دونوں حجت ہیں اپنے اندر موجود دلالت کے تمام وجوہ کے ساتھ)۔ (۳) امتِ مسلمہ کے علماء کا اجماع خواہ کسی زمانے میں ہو۔ (۴) قیاس۔

ان چار کے ساتھ تین ذیلی مصادر بھی ہیں جن کا معتبر ہونا قرآن حکیم اور سنت نبوی سے ثابت ہے۔

اور وہ یہ ہیں :۔

(ا) استحسان :۔ یہ ایک شرعی طریقہ ہے کسی حکم استثنائی کو ثابت کرنے کا عقلی قواعد کے مقتضیٰ کے برعکس ان وجوہ کی بناء پر جو قوانین کے اقتضاء سے ہٹنے کو لازمی بنا دیتے ہیں۔

(ب) استصلاح یا مصالح مرسلۃ کا قاعدہ تنظیمی اور اصلاحی ضرورتوں کے تحت احکام شرعیہ کے اثبات کے لئے جن میں کوئی امر و نہی والا نص نہ ہو اور عقلی (قیاسی) قواعد کے خلاف بھی نہ ہو۔

یہاں ہم ان لوگوں کی رائے ذکر کرنے کی چنداں ضرورت محسوس نہیں کرتے جو استصلاح یا استحسان یا قیاس کو احکام کے لئے مصادر کے طور پر ماننے کے مخالف ہیں۔ کیونکہ ان کی مخالفت کو کبھی بھی خاطر میں نہیں لایا گیا اور نہ ہی اس کا کوئی نتیجہ نکلا۔

(ج) وہ عرف جو نصوص شرعیہ اور ثابت شدہ قواعد سے متصادم نہ ہو۔

اجتہاد اور دلائل شرعیہ کے معانی کی اس تعریف کی روشنی میں ہمارے لئے ممکن ہو گیا ہے کہ ہم اسلامی قانون سازی کے میدان میں اجتہاد کے کردار کو سمجھ سکیں۔

اجتہاد کا کردار

اجتہاد کے کردار سے ہماری مراد اس کا وہ کردار ہے جو اس نے شریعت اسلامیہ کے فقہ کی بنیاد رکھنے اور اس کے احکام کی تطبیق کے سلسلہ میں ادا کیا ہے اور کر رہا ہے۔

اجتہاد کے کردار پر بحث کے سلسلہ میں یہ بہتر ہوگا کہ ہم شریعت اسلامیہ اور فقہ میں اجتہاد کی حیثیت کو جان لیں، یعنی اس کی حیثیت اور فریضہ کو جو وہ اپنے احکام مقرر کرنے کے سلسلہ میں انجام دیتا ہے۔

۱۔ شریعت اور اس کی فقہ میں اجتہاد کی حیثیت

اس جگہ ہم یہ دعویٰ کر سکتے ہیں کہ اجتہاد شریعت اسلامیہ کے لئے روح کی مانند ہے اور اس کی فقہ کے لئے سرچشمۂ حیات ہے۔ اور یہ بات عقل کے خلاف ہے کہ شریعت اپنا فریضہ ادا کرتی رہے اور اس کی فقہ زندہ فقہ کہلائے جو مسلسل انسانیت کے مفادات کی تنظیم کرتا رہے لیکن اجتہاد کے بغیر۔

یہی وجہ ہے کہ اجتہاد اسی دن وجود میں آگیا تھا جس دن شریعت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے عہد میں وجود میں آئی۔ کیونکہ خود رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے متعدد واقعات میں اجتہاد سے کام لیا اور آپ کے صحابہ نے آپ کی زندگی میں آپ ہی کی رہنمائی میں اجتہاد کیا۔

اور سیدنا معاذ بن جبل جو جلیل القدر صحابی ہیں کی گفتگو تو بہت مشہور ہے جب انہیں رسول اللہ نے یمن کی طرف معلم اور قاضی بنا کر بھیجا تھا جب آپ نے اس سے پوچھا:

معاذ، تم لوگوں میں کس چیز کے ذریعے فیصلے کرو گے؟

معاذ نے کہا اللہ تعالیٰ کی کتاب کے ساتھ

آپ نے فرمایا اگر اس میں کچھ نہ پاؤ (اس مسئلے کے حل کے لئے) معاذ نے کہا تو پھر رسول اللہ کی سنت کے مطابق فیصلہ کروں گا۔ آپ نے فرمایا اگر اس میں بھی تم کچھ نہ پاؤ۔؟

معاذ نے کہا پھر میں اپنی رائے سے اجتہاد کروں گا اور اس میں کوئی کوتاہی نہیں برتوں گا (یعنی اجتہاد اور روح شریعت کے قریب ترجواب تلاش کرنے میں کوئی کمی نہیں کروں گا) تو آپ نے ان کے اس جواب کو بہت پسند کیا اور کہا، الحمد للہ کہ اس نے اپنے رسول کے رسول کو اس چیز کی توفیق دی جسے وہ پسند کرتا ہے۔

اور اس بات کی دلیل کہ اجتہاد شریعت اسلامیہ کی روح اور اس کی فقہ کے لئے زندگی ہے

یہ ہے کہ۔

اجتہاد کا اسلام کے اصل مقصد اور اس کی خاصیتوں سے گہرا ربط ہے جو کبھی منقطع نہیں ہوتا لہٰذا شریعت اسلامیہ میں اجتہاد کی حیثیت کی حقیقت کو جاننے کے لئے ہمارے لئے ضروری ہے کہ ہم اسلام کے مقصد اور اس کی خاصیتوں کو دیکھیں تاکہ ان کے اجتہاد کے ساتھ ربط کی گہرائیوں کو جان سکیں۔

اسلام کا اصل مقصد اور اس کی خصوصیات

(ا) نصوص قرآنیہ اور سنت کے مطابق اسلام کا مقصد انسانی زندگی اور اس سے متعلق معاملات کی اصلاح ہے۔ ان معاملات کا تعلق خواہ حال سے ہو یا مستقبل سے۔ اور یہی (ہر) مسلمان کا عقیدہ ہے اسلام کے بارے میں اور اس میں کسی قسم کی کمی کو روا رکھنا اپنے آپ کو اسلام کے دائرے سے نکال لینے کے مترادف ہے۔

(ب) اسلام کے اس مقصد کی خصوصیات تین ہیں :۔

۱۔ آخریت: یعنی اسلام کا قوانین الٰہیہ میں سے آخری ہونا اور یہ کہ اس کا رسول خاتم الرسل ہے اس لئے اسلام کے بعد اور کوئی شریعت نہیں (آئے گی) جو اسے منسوخ کر دے اور نہ کوئی نیا رسول آئے گا۔

۲۔ دوام: یعنی یہ کہ دعوتِ اسلام کسی آنے والے محدود وقت کی پابند نہیں کہ اس وقت (کے آنے پہ) دعوت کا فرض ہونا موقوف ہو جائے اور انسانوں کو اپنی زندگی کو خود ہی منظم کرنے کی تدبیر کرنے کے لئے آزاد چھوڑ دیا جائے بغیر اس کے کہ وہ شریعت اسلام کی پیروی اور اس کے نفاذ کے پابند ہوں۔

۳۔ شریعت اسلامیہ میں قانونی نظام کی ہمہ گیری: یعنی یہ کہ شریعت کے احکام اور اس کے وہ قواعد جن سے اسلام کا قانونی ڈھانچہ تیار ہوتا ہے وہ احاطہ کئے ہوئے ہیں تمام وقوع پذیر یا ممکن الوقوع حوادث کا، اور یہ اس قابل ہیں کہ تمام ضروریات شرعیہ کا ہر زمان و مکان میں حل پیش کر سکیں کیونکہ شرعی قواعد میں ہمہ گیری، لچک اور تدابیر اصلیہ اور استثنائیہ اور مختلف حالات کی

رعایت موجود ہے۔

اسی لئے علمائے شریعت نے مختلف مواقع پر فقہ کی کتابوں میں یہ بیان کیا ہے کہ یہ ناممکن ہے کہ کوئی حادثہ وقوع پذیر ہو جائے چاہے موجودہ زمانے میں یا مستقبل میں، اور اس کا کوئی حکم شریعت اسلام میں کسی نص یا قیاس و اجتہاد کی بنیاد پر موجود نہ ہو بلکہ وہ پانچ احکام میں سے کسی نہ کسی ایک کے تحت آئے گا جو یہ ہیں۔ وجوب۔ استحباب۔ جواز۔ کراہت۔ حرمت۔

میں اس وقت اس مختصر سے مقالے میں اس تیسری خصوصیت کے سلسلے میں کوئی دلیل قائم کرنا نہیں چاہتا اور نہ ہی اس کی مثالیں پیش کرنا چاہتا ہوں۔ کیونکہ یہ فقہائے شریعت کے ہاں ایک مسلمہ اصول ہے اور بذاتِ خود درست ہے۔

نتیجہ

جب اسلام کا مقصد اور اس کی خصوصیات ویسی ہی ہیں جیسا کہ ہم نے تحریر کیا ہے تو ہمارا یہ دعویٰ ثابت ہو گیا کہ اجتہاد شریعت اسلامیہ کے لئے روح کی مانند ہے اور اس کی فقہ کے لئے منبع حیات ہے اس لئے کہ یہ بات عقل سے بعید ہے کہ یہ شریعت تو آخری اور دائمی ہو اور اس کے اندر ہر موضوع اور ہر وقوع پذیر یا ممکن الوقوع حادثے کا حکم موجود ہو لیکن اس میں اجتہاد کی گنجائش باقی نہ ہو۔

علامہ شہرستانی اپنی کتاب (الملل والنحل) میں فرماتے ہیں :۔

"عبادات اور تصرفات میں حادثات و واقعات نہ تو محدود ہو سکتے ہیں اور نہ گنے جا سکتے ہیں (یعنی وہ غیر محدود اور بے شمار ہیں)۔ اور ہمیں یہ قطعی طور پر معلوم ہے کہ ہر حادثے کے لئے کوئی نص نہیں آئی ہے اور نہ اس کا تصور کیا جا سکتا ہے (یعنی یہ ناممکن ہے)۔ اور نصوص جب متناہی ہوں اور حادثات غیر متناہی ہوں اور یہ تو معلوم ہے کہ جو غیر متناہی ہو اس کا متناہی احاطہ نہیں کر سکتا۔ تو اس سے قطعی طور پر معلوم ہوا کہ قیاس و اجتہاد کا اعتبار ضروری ہے تاکہ حادثے (پیش آمدہ واقعے) کے لئے اجتہاد سے کام لیا جائے۔"

(سطور بالا میں) جو کچھ گزر چکا ہے اس سے واضح ہو جاتا ہے کہ اجتہاد کا ٹھہراؤ (رک جانا) شریعت

اسلامیہ کی خصوصیات کے منافی ہے۔ اس لئے کہ اسلام اور مسلمانوں کو ہمیشہ اور مسلسل نئی ضروریات اور معاملات سے مختلف زمانوں اور علاقوں میں واسطہ پڑتا رہے گا، اور انہیں ایسی مشکلات کا سامنا کرنا پڑے گا جن کے لئے مناسب اور نصوص شریعت اور اس کی روح سے حاصل کردہ حل کی ضرورت پڑے گی۔ اس لئے اجتہاد کے ٹھہراؤ کا مطلب یہ ہوگا کہ شرعی فقہ پر جمود طاری ہو جائے اور وہ نئی مشکلات ضروریات اور حادثات کے لئے شرعی حل تلاش کرنے سے رک جائے۔ اور یہ چیز دوام کی خاصیت کے منافی ہے اور اس خصوصیت کے بھی منافی ہے کہ شریعت اسلامیہ میں تمام واقعات کا جواب موجود ہے، یہ ہے شریعت اور اس کی فقہ میں اجتہاد کا مقام جو ان دونوں کے لئے روح کی مانند ہے۔

۲۔ اجتہاد کے کردار کو ہم اپنی سابقہ بحث کی روشنی میں دو مراحل میں تقسیم کرتے ہیں۔

—— اجتہاد کا کردار ماضی میں

—— اور اس کا کردار مستقبل میں

اور یہ دونوں دور اپنی طبیعت کے اعتبار سے ایک دوسرے سے مکمل طور پر مختلف ہیں۔

اجتہاد کا کردار ماضی میں

اجتہاد نے شریعت کی خدمت اور اس کی فقہ کی عظیم بلند و بالا عمارت کے قیام میں اپنا فریضہ (ماضی میں) بہت ہی اچھی طرح ادا کیا، اور اس خلا کو پُر کیا جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے وصال کے بعد پیدا ہو گیا تھا۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے پیچھے چند آیات احکام، قرآن میں سے اور احکام سے متعلق احادیث کی ایک محدود مقدار چھوڑی ہے۔

لیکن ان نصوص میں باوجودیکہ یہ تعداد کے لحاظ سے تھوڑے ہیں، لچک، عالم گیریت ہمہ گیریت اور تشریع موجود ہے۔ اور ان میں قانون سازی کے ثابت شدہ دائمی مبادیات کا بھی بیان موجود ہے جس نے اس کو فقہ اور اجتہاد کی امداد کے لئے ایک اچھی بنیاد بنا دیا ہے قانونی نظریات و قواعد اور حکیمانہ احکام سے لبریز (سمندر) کی فیضان سے۔

جیسے قرآن حکیم کا یہ فرمان ہے: "اے ایمان والو معاہدوں کی پابندی کرو۔"

اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ قول: "نہ خود نقصان اٹھاؤ اور نہ دوسرے کو نقصان پہنچاؤ"

اسے ایک عام بنیاد سمجھا جائے گا نقصان اور ضمانات کی ذمہ داریوں کی تمام اقسام کے لیے۔

اور ضرار سے مراد نقصان کے بدلے نقصان (پہنچانا)۔ لہذا جس نے دوسرے کا مال ضائع کر دیا تو یہ جائز نہیں کہ اس کا مال بدلے کے طور پہ ضائع کر دیا جائے بلکہ وہ اس کا تاوان دے گا جتنا کہ اس نے ضائع کیا ہے۔

اور اس جگہ اتنی گنجائش نہیں کہ ان سرسبز اور زرخیز نصوص کی بے شمار مثالیں پیش کی جائیں۔

پہلی تین صدیوں میں صحابہ کرام، تابعین اور تبع تابعین میں سے مجتہدین کی تعداد جزیرۂ عرب اور مفتوحہ علاقوں میں بہت زیادہ ہو گئی تھی۔ ان میں سے ہر مجتہد کا نصوص کے سمجھنے اور ان سے احکام کے استنباط و استخراج اور نئے حوادث کو ان پر منطبق کرنے کے لیے اپنا اصول اور طریقۂ کار ہوتا تھا۔ ان اصول میں بعض اوقات ہر ایک دوسرے سے متفق نظر آتا ہے اور کبھی اختلاف کرتا ہوا۔

اس طرح ان تین صدیوں کا نتیجہ ان بے شمار مجتہدین کی تعداد کے برابر ہمارے لیے اجتہادی مذاہب کی صورت میں ظاہر ہوا۔ کیونکہ ہر مجتہد کا اپنا مذہب ہوتا تھا جو تمام مسائل میں اس کی فقہی آراء سے مرکب ہوتا تھا۔ یعنی ہر مذہب تمام مباحث اور فصول میں مکمل شرعی قانون ترتیب دیتا تھا۔

ان مذاہب میں سے بعض تو صاحب مذہب (یعنی بانی اور مؤسس) کی وفات کے ساتھ ہی مٹ گئے اور ان کی صرف بعض روایتیں ہی اختلاف الفقہاء کی کتابوں میں باقی رہ گئیں جبکہ ان میں سے بعض مذاہب کو ایسے شاگرد نصیب ہوئے جنہوں نے اس مذہب کے امام سے جو کچھ بھی نقل کیا اسے محفوظ کر لیا، اسے مرتب کیا اور وسعت دی۔ پھر ان سے اس (مذہب) کو لوگوں نے حاصل کیا اور مکمل بقا اس کا مقدر بن گیا اور آئندہ نسلیں بھی اس کی خدمت کرتی رہیں اور اس طرح وقت گزرنے کے ساتھ ساتھ وہ مذاہب وسعت پذیر ہوتے رہے جب ان اجتہادی مذاہب کے اصول مکمل ہو گئے، اور ان کی مؤلفہ کتب فقہ اہل علم کے ہاتھوں میں آ گئیں تو ان مذاہب کے قدم پوری طرح جم گئے، اس

کے ساتھ یہ صورت حال پیش آئی کہ علوم شریعت میں لوگوں کی مہارت دن بدن کم ہوتی گئی جس کا لازمی نتیجہ یہ نکلا کہ ان فقہی مذاہب کے پیروکاروں کا حلقہ وسیع تر ہونے لگا، عباسی خلافت کے ابتدائی دور ہی میں ان مذاہب میں سے کسی نہ کسی کی برتری قائم ہو گئی، اور ان کے پیروکاروں میں سے قاضی اور مفتی مقرر ہو گئے۔

پھر ان مذاہب کے بڑے بڑے علماء کے ہاتھوں ان مذاہب میں بہت زیادہ وسعت ہوئی اور ان میں فروعات و مسائل کا استنباط اور تالیف کا کام وسیع پیمانے پر ہونے لگا۔ اور پھر جب ان پیروکاروں نے دیکھ لیا کہ (اس سلسلہ میں) حد کفایت حاصل ہو گئی ہے اور یہ کہ اجتہاد مطلق کی اہلیت بخشنے والی صلاحیتیں ناپید ہو گئی ہیں تو انہیں یہ ڈر ہوا کہ کہیں جمہور امت کے حقیقی اجتہاد کی اہلیت بخشنے والی صفات کی تمیز اور ادراک میں کمزور ہو جانے کی وجہ سے کوئی نا اہل اور لوگوں کو دھوکہ دینے والا شخص آگے بڑھ کر اجتہاد کا دعویٰ نہ کر دے اور اس طرح لوگوں کے دین میں فساد نہ پیدا کر دے۔ لہٰذا ان مذاہب کے پیروکاروں نے چوتھی صدی ہجری کے بعد اجتہاد کا دروازہ کے بند ہونے کا فتویٰ دے دیا۔

لیکن اجتہاد جاری رہا (مگر) ان مذاہب کے اصول میں مقید ہو کر۔ ان ادوار میں ان مذاہب کے بڑے بڑے پیروکاروں نے نئے معاملات کا مقابلہ اپنے مذاہب کے اصول کے مطابق اپنے مذہبی مسائل پر قیاس کی بنیاد پر استحسان یا قاعدہ مصالح مرسلہ کی بنیاد پر کیا۔

اسی طرح "بیع الوفاء" کے احکام حنفی مذہب میں پانچویں صدی ہجری میں بنائے گئے تاکہ اموال کی گردش اور قرضہ جات کی شدید ضرورت کے وقت سود سے بچا جا سکے۔ اور ان مذاہب کے متاخرین فقہاء نے وقف اور دیگر ایسے تمام مالی تصرفات کو جو قرض داروں کے سلسلہ میں کرے اس طور پر کہ اس کا تمام مال اس میں شامل ہو جائے، کے ناقابل نفاذ ہونے کا فتویٰ دیا ہے۔ الا یہ کہ اس کے قرض خواہ (اس کے اس قسم کے تصرف پر) راضی ہوں (یہ اس لئے) تاکہ قرض دار وقف اور ہبہ وغیرہ کے ذریعے اپنے مال کو قرض خواہوں سے بچانے کی کوشش نہ کرے۔ اس قسم کے دوسرے استحسانی مسائل

بہت سے ہیں۔

لیکن اس قسم کا اجتہاد بھی جو چند مذاہب میں مقید تھا بذات خود کمزور پڑتا گیا اور بتدریج صلاحیتوں کے کمزور پڑنے کی وجہ سے زمانے کے ساتھ ساتھ کم ہوتا گیا حتیٰ کہ شریعت کی فقہ آخر کار ہر قسم کی نئی پیداوار سے بانجھ ہو کر رہ گئی اور جو کچھ کہ موجود ہے اس کا یاد کرنا اور دہرانا ہی باقی رہ گیا حتیٰ کہ جو لوگ علماء اور فقہاء کہلاتے ہیں ان میں سے بعض تو فقہ کے پڑھنے میں احکام کے دلائل اور مذہبی آراء سے یہ کہہ کر دامن بچا لیتے تھے کہ ہمیں دلائل سے کیا کام یہ تو مجتہدین کا کام ہے۔

اس مختصر سے تاریخی جائزہ میں جو ہم نے پیش کیا ہے ہمیں ایک اور حقیقی دلیل نظر آتی ہے کہ اجتہاد شریعت کی روح اور اس کی فقہ کے لئے زندگی ہے۔

نتیجہ یہ نکلا کہ عالم اسلام میں عہد عثمانی کے آخری ایام سے حکام وقت یہ سمجھنے لگے کہ شریعت اور اس کی فقہ لازمی قوانین سازی میں ملک کی کوئی مدد نہیں کر سکتے کہ موجودہ زمانے کی ضروریات جو ترقی، تیز رفتاری اور جدیدیت کے پیدا کردہ ہیں کی تنظیم کی جا سکتی ہو لہٰذا وہ اجنبی (غیر اسلامی) قوانین اپنانے پر مجبور ہو گئے جس سے آخر کار اسلامی فقہ علمی اور عملی طور پہ اس کے کتب خانوں میں ہی دفن ہو کر رہ گئی۔

معلوم ہوتا ہے کہ اس نتیجہ کی ابتدائی علامات ابن قیم کے زمانے ہی سے ظاہر ہو گئیں تھیں کیونکہ ان کی اس موضوع پر بہت ہی عمدہ اور ہمیشہ رہنے والی بحث موجود ہے جو انہوں نے اپنی کتاب (الطرق الحکمیہ) اور (اعلام الموقعین) میں تحریر کی ہے جس میں انہوں نے ان مذاہب کے پیروکاروں کی بے حسی اور شریعت اور اس کے سرچشموں کے بند کرنے پہ ماتم کیا ہے (کیونکہ ان کے اس رویہ نے) حکمرانوں اور امراء کو اس بات پر مجبور کر دیا کہ وہ ضرورت پوری کرنے کی خاطر وقتی قوانین جاری کریں اس لئے فقہی احکام اس مقصد کے لئے کافی نہ تھے۔ حالانکہ تنگی (اس کشادہ اور لچکدار شریعت میں نہیں بلکہ ان مذاہب کے پیروکاروں کی عقلوں میں ہے۔ ابن قیم کے یہ وہ خیالات ہیں جو انہوں

نے اپنے زمانے کے تنگ نظر مذہبی فقہاء کے بارے میں ظاہر کئے ہیں۔

اس بحث کے بعد صاحب فکر و نظر کے لئے یہ واضح ہو جاتا ہے کہ اجتہاد کے دروازے کا بند کر دینا ایک بہت ہی بڑی آفت تھی جو شریعت اسلامیہ اور اس کے جلیل القدر فقہ پر نازل ہوئی۔

حقیقت تو یہ ہے کہ کسی کو بھی اجتہاد کے بند کر دینے کا اختیار اس وقت تک نہیں جب تک کہ اسلام کی خصوصیات اس میں حتمی طور پر موجود ہیں۔ حتیٰ کہ ان چاروں مذاہب کے روشن خیال پیروکاروں نے اپنی کتابوں میں صراحت کر دی ہے کہ جب بھی کوئی ایسی ہستی موجود ہو جو اپنے علم میں اجتہاد کے رتبہ پر پہنچ جائے اور اس کی شرائط اور اہلیت کی خصوصیات اس میں پائی جائیں تو اس کے لئے یہ جائز نہیں کہ وہ ان مذاہب میں سے کسی مذہب کی تقلید کرے۔ لیکن عملی طور پر یہ لوگ کسی کے لئے بھی اس مرتبہ پر پہنچنے کو تسلیم نہیں کرتے۔

لہذا ان کی نظر میں اجتہاد کا دروازہ ایسا نہیں کہ جس کا کھولنا ممنوع ہو بلکہ (ان کے نزدیک) اس کی چابی گم ہو گئی ہے۔

علامہ عز الدین بن عبد السلام جو کہ ساتویں صدی ہجری کے اکابر شافعی فقہاء میں سے ہیں کہتے ہیں "اس میں (علماء نے) اختلاف کیا ہے کہ آیا اجتہاد کا دروازہ بند ہو گیا ہے؟ (اس سلسلہ میں) مختلف اقوال ہیں...... اور سب کے سب اقوال باطل ہیں کیونکہ اگر کوئی ایسا واقعہ پیش آجائے جس میں کوئی نص نہ ہو یا جس میں سلف صالحین کا اختلاف ہو تو اس میں کتاب اللہ یا سنت کی روشنی میں اجتہاد ضروری ہو جاتا ہے۔ اور ایسی بات (کہ اجتہاد کا دروازہ بند ہے) کوئی پاگل ہی کر سکتا ہے"۔

اجتہاد کے توقف پر حکم لگانے میں ہمارے انصاف کرنے کی خاطر بشرطیکہ ہم اس کے بند ہونے کی بات ذکر یں۔ ہمارے لئے ضروری ہے کہ ہم اس کا تجزیہ کریں تاکہ ہمارے لئے اجتہاد کی خاصیت اور فطرت جو اس کے ماضی میں رہی ہے۔ واضح ہو جائے۔

ماضی میں اجتہاد کی خصوصیت اور فطرت

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے وصال کے بعد اجتہاد شوریٰ کی خصوصیت سے متصف تھا۔ لہذا

ابوبکر رضی اللہ عنہ اور بعد میں عمر رضی اللہ عنہ نے پیش آنے والے واقعات کے سلسلہ میں صحابہ کرام کو جمع کر کے ان سے ان واقعات کے شرعی اور سیاسی حل کے سلسلہ میں مشورہ کرتے تھے جیسا کہ قرآن نے شوریٰ کی طرف توجہ دلائی ہے جو اس میں مطلق آیا ہے اور شامل ہے تمام امور کو۔ اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے قول کے مطابق جب آپ نے حضرت علیؓ کے سوال کے جواب میں کہ جب مومنوں کو کوئی واقعہ پیش آئے اور وہ کتاب اللہ اور رسول اللہ کی سنت میں کوئی نص موجود نہ پائیں تو کیا کریں؟ تو آپ نے فرمایا کہ لئے تمام لوگوں کو جمع کرو اور اس میں کسی ایک شخص کی رائے سے فیصلہ نہ کرو۔

اس کے بعد آنے والے ادوار میں اجتہاد انفرادیت کی خصوصیت سے متصف ہوگیا لہٰذا ہر مجتہد کی اپنی رائے ہوتی تھی اور اس کے اجتہاد میں اس کی اپنی الگ سوچ ہوتی تھی کیونکہ صحابہ کرام اور ان کے بعد آنے والے (اہل علم) دنیا کے کونے کونے میں پھیل گئے تھے اور ان کا جمع ہونا اور باہم مشورہ کرنا دشوار ہوگیا تھا۔

اسلام کے ابتدائی عہد میں لوگ اسلام کی پیدائش کے دور سے زیادہ قریب تھے اور اس کا اثر ان کی زندگیوں میں راسخ تھا اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی حدیثیں تیسری صدی تک روایتاً نقل اور ذاتی طور پہ حاصل کی جاتی تھیں۔ اس کے ساتھ ساتھ حدیث کی مدون کتابیں تھیں جو علماء میں متداول تھیں۔

اور بے شمار لوگ فقہ کے حصول اور قرآن و حدیث نبوی اور لغت کے پڑھنے میں ایک دوسرے سے بڑھ چڑھ کر حصہ لیتے تھے اور اپنی زندگیوں کو علم کے لئے وقف کر دیتے تھے اس لئے ثقہ اور پرہیزگار عالم کو دیگر لوگوں میں سے بڑی آسانی کے ساتھ پہچانا جا سکتا تھا۔

اور پھر جب زمانے نے لوگوں کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے دور سے دور کر دیا اور حقیقی عالم اور خود ساختہ عالم کے درمیان تمیز کرنے کی صلاحیت لوگوں میں کمزور ہوگئی اور صلاحیت اور پرہیزگاری (کی صفات) کم ہوگئیں تو چوتھی صدی میں ان چاروں مذاہب کے پیروکاروں کو ڈر ہوا کہ کہیں کوئی ایسا شخص نہ پیدا ہو جائے جو اجتہاد کا دعویٰ کر کے بدعات اور نظریاتی زہر کو پھیلا دے اور شریعت کے قواعد

کو بگاڑ دے، اس کے ساتھ ساتھ انہوں نے ان مذاہب کے فروعی مسائل کو اس وقت کے حالات کے لئے کافی پایا لہٰذا انہوں نے اجتہاد کے دروازے بند کئے جانے کا فتویٰ دیا۔

ماضی میں اجتہاد کی اس خصوصیت اور مزاج کے تجزیہ کی روشنی میں ہم کہہ سکتے ہیں کہ:۔

انفرادی اجتہاد جو فقہ اسلامی کی تاسیس کے شروع ہی میں ان پیش رو مجتہدین کے ہاتھوں ہوئی نے اس امت پر بہت سی برکتیں نازل کیں کیونکہ اس چیز نے زمین شریعت میں کاشتکاری اور اس سے (احکام کے) استنباط کے لئے عوام کو مجتمع کیا اور (پھر) علم کے بلند پایہ علماء نے شریعت کی فقہ میں قواعد کے استنباط اور قانونی نظریات کی تاسیس کے لئے شریعت کے نصوص اور قواعد کی روشنی میں، ایک دوسرے سے بڑھ چڑھ کر حصہ لیا یہاں تک انہوں نے فقہ کی متنوع اور ہمہ جہت دولت کی بنیاد رکھ دی جس میں قواعد ہیں، نظریات ہیں، فروعی احکام ہیں، جو اس قابل ہیں کہ زمانے کے آگے بڑھنے کے ساتھ ساتھ ابد تک کام دیتے رہیں، (یہ سب کچھ) فقہ کے اسی سرچشمہ سے ہے جو کبھی خشک نہیں ہوگا اور جس کی نظیر اقوام عالم میں نہیں ملتی۔

اگر یہ انفرادی اجتہاد ابتدائی تین صدیوں میں نہ ہوتا تو یہ ممکن نہ تھا کہ فقہ کی یہ پیداوار حاصل کی جا سکتی۔ (لیکن) پھر بھلائی اور دانشمندی اس میں تھی کہ اس کے بعد انفرادی اجتہاد کے اس دروازے کو بند کر دیا جائے تاکہ ان خطرات سے بچا جا سکے جو اس کے کھلے رہنے سے پیش آ سکتے تھے، تاکہ معاملہ ابتری کی حالت تک نہ پہنچ جائے۔

لیکن اجتہاد کو مکمل طور پر روک دینا ایک ایسی غلطی تھی جس نے شریعت اور اس کی فقہ کو جمود اور نقصان سے دوچار کر دیا اور اس کی قوت حیات کو ضائع کر دیا۔ حالانکہ ضروری تو یہ تھا کہ اجتہاد کی ابتری کا علاج اس کو حرام ٹھہرا کر نہ کیا جاتا بلکہ اسے منظم کر کے اور اسے فرد کے ہاتھ سے نکال کر جماعت کے ہاتھ میں دے کر کیا جاتا۔ اور (اجتہاد کا) یہی کردار مستقبل میں ہونا چاہئے۔

اجتہاد کا کردار مستقبل میں:

اجتہاد کے بارے میں ماضی کی غلطی کو جان لینے کے بعد ہمارے لئے اجتہاد کا کردار جو اسے مستقبل

میں ادا کرنا ہے، واضح ہو گیا ہے۔ انفرادی اجتہاد ماضی میں ایک ضرورت تھی اور آج کے دور میں ایک بہت بڑی خرابی ہے۔ وہ خطرات جن کا چوتھی صدی ہجری میں وقوع پذیر ہونے کا اندیشہ تھا اور جن کی وجہ سے ان مذاہب کے فقہا نے اجتہاد کے دروازے کو بند کر دیا تھا۔ آج حقیقت کا روپ دھار چکے ہیں۔

دین کے تاجر بہت زیادہ ہو گئے ہیں اور شاید ان میں سے اکثر اظہار علم اور زور بیان میں متقی اور نیک علما سے بڑھ کر ہیں۔ آج الازہر سے فارغ التحصیل ایسے لوگ بھی ہیں جنہوں نے ایسی کتابیں تحریر کیں اور ایسے عاقبت نااندیشانہ فتوے دیئے جن سے پتہ چلتا ہے کہ ان لوگوں نے اپنا علم اسلام کے داخلی اور خارجی دشمنوں کے تصرف میں دے دیا ہے تاکہ وہ اسلام کے ستونوں کو اجتہاد اور آزاد سوچ کے پردے میں اس طرح منہدم کر دیں کہ دشمن بھی ایسا نہ کر سکے۔ وہ اس کے بدلے میں بہت سے بڑے بڑے فوائد اور منافع حاصل کر رہے ہیں اور اس میں وہ اللہ تعالیٰ کی ناراضگی کی بھی پروا نہیں کرتے۔

اب اگر ہم یہ چاہتے ہیں کہ اس اجتہاد کے ذریعے جس کا جاری رہنا شرعاً ضروری ہے، شریعت اور اس کی فقہ کو اس کی روح اور زندگی لوٹا دیں۔ اور آج کے دور کی بے شمار مشکلات کا سامنا کرنے کے لئے جو واحد راستہ رہ گیا ہے اس کا جرأتمندانہ اور شرعی حل گہری بحث اور مضبوط دلیل کے ذریعے پیش کیا جائے، جو شکوک و شبہات اور اعتراضات سے محفوظ ہوں اور وہ پست خیالات اور منکر عقلوں کو شکست دینے پر قادر ہوں۔ تو اس مقصد کے حصول کا واحد ذریعہ یہ ہے کہ ہم اجتہاد کے لئے ایک نئے اسلوب کی بنیاد رکھ دیں اور وہ ہے انفرادی اجتہاد کے مقابل اجتماعی اجتہاد۔

اس طرح ہم اجتہاد کے ذریعے اس کی پہلی سیرت کی طرف لوٹ جائیں گے جو ابوبکرؓ و عمرؓ کے زمانے میں تھی۔

اور اس کا طریقہ یہ ہے کہ اسلامی فقہ کے لئے ایک ادارہ قائم کیا جائے لغوی اور علمی اداروں کے طرز پر۔ اور یہ ادارہ مشتمل ہو ہر اسلامی ملک کے بڑے بڑے مشہور اور بلند پایہ فقہا پر جو شرعی

علوم اور موجودہ دور کے علوم پہ دسترس رکھتے ہوں اس کے ساتھ اچھے کردار کے حامل پرہیزگار لوگ ہوں ۔

نیز ان کے ساتھ ان مسلمان علماء کو بھی شامل کیا جائے جو اپنے دین میں پختہ کار ہونے کے ساتھ ساتھ موجودہ دور کے ناگزیر علوم میں ماہر ہوں جیسے اقتصادیات، سوشیالوجی قانون طب وغیرہ تاکہ یہ لوگ ماہرین کا کام دیں اور خالص علمی لیکن غیر فقہی معاملات میں فقہا ان کی رائے پہ اعتماد کر سکیں۔

اس اسلامی فقہ کے ادارے کے بہت سے ارکان کو تو مکمل طور پہ اس کام پہ لگایا جائے گا جبکہ باقی ارکان ان کے معاونین ہوں گے لیکن وہ ان مباحث میں حصہ نہ لے سکیں گے ۔ اس ادارے کی ایک بہت بڑی لائبریری ہوگی ۔ اس ادارے کے ان ارکان کو جو مستقل طور پہ اس کام میں مصروف رہیں گے، معقول تنخواہ دی جائے گی اور وہ اجتہادی آراء و مباحث اور تحقیق میں مصروف رہیں گے تاکہ وہ موجودہ دور کے موضوعات اور مشکلات کا ضرورت کے مطابق اسلامی حکم بیان کریں۔ اسی طرح وہ اپنے مباحث کی اشاعت کے لئے ایک رسالہ بھی شائع کریں گے

سب سے اہم کام جس سے ابتدا کرنی چاہیئے وہ اسلامی فقہ کا انسائیکلوپیڈیا تیار کرنا ہے جس میں اسلامی فقہ کے احکام جو تمام فقہی مذاہب میں مدون کئے گئے ہیں اس طور پہ پیش کئے جائیں کہ ہر مسئلہ اور رائے اپنے مذہبی ماخذ کی طرف منسوب کی جائے ۔ اور اس میں فقہی موضوعات اور ان کے احکام ایسے عنوانات کے تحت درج ہوں جو حروف تہجی کی ترتیب سے دیئے گئے ہوں (اجنبی قانونی انسائیکلوپیڈیا میں جو حروف تہجی کی ترتیب ہوتی ہے اس کے طرز پہ)

اس عام فقہی انسائیکلوپیڈیا کے منصوبے کے ساتھ ساتھ ادارہ ایک ایسا فہرست بھی حروف تہجی کی ترتیب سے تیار کرے گا جو مختلف مذاہب کی بنیادی فقہی کتابوں کے سلسلہ میں ہو تاکہ فقہ پہ تحقیق کرنے والوں کو ان کتابوں کی طرف رجوع کرنے میں آسانی ہو ۔ اس کے علاوہ یہ ادارہ دیگر ایسی فقہی خدمات بھی انجام دے گا جن کا موجودہ زمانہ اجتماعی اجتہاد کو مضبوط کرنے اسے شروع کرنے اور اس کا راستہ تعمیر کرنے کے لئے تقاضا کرے گا۔

اس منصوبے کے لئے بہت بڑے بجٹ کی ضرورت ہے جس کا حصول (درج ذیل) ذرائع سے

میں سے کسی ایک طریقے سے حاصل کیا جا سکتا ہے ۔

یا تو مسلمان اقوام میں سے ہر قوم پر ایک مخصوص ٹیکس لگایا جائے (اور یہ فی الحال ناممکن ہے جمہور مسلمانوں کے نقطہ نظر کے اختلاف اور کم تر توجہ کی وجہ سے اور ان کے تعلیم یافتہ طبقات کی اسلام کے بارے میں کم توجہ کی وجہ سے اگرچہ یہی بہتر اور حقیقی راستہ تھا اس عظیم اور بڑی اہمیت کے حامل منصوبے کی مالی مدد کا تاکہ یہ فقہی ادارہ موجودہ دور کے کسی حاکم کے زیر اثر نہ آجائے)

یا پھر اس منصوبے کو ایک سے زیادہ اسلامی ممالک شروع کریں اور اس کے بجٹ میں ضروری رقم کے لئے فنڈ فراہم کریں ۔

یاد رہے کہ اس قسم کے فقہی ادارے کے قیام کی قرارداد ان دو اسلامی کانفرنسوں میں بھی پاس ہوئی تھی جو پاکستان کے سابق دار الخلافہ کراچی میں ۱۹۴۹ء اور ۱۹۵۱ء میں منعقد ہوئی تھیں۔ اور میں بھی ان دونوں کانفرنسوں میں شریک ہوا تھا۔ لیکن اس قرارداد کو وسائل کی کمی نے قابل عمل نہ ہونے دیا اور یہ صرف کاغذی کارروائی ہی رہی۔ افسوس سے کہنا پڑتا ہے کہ آج کل اسلامی ممالک ہر معاملے میں بڑی سخاوت سے رقم خرچ کرتے ہیں سوائے اسلام کے ۔

البتہ ان دو بڑی اہمیت کے منصوبوں یعنی فقہی انسائیکلو پیڈیا کا منصوبہ اور فقہی ادارے کے قیام کا منصوبہ پر کام چند سالوں سے بعض عرب ممالک میں شروع ہو چکا ہے ۔

(۱) فقہی انسائیکلو پیڈیا کے لئے بیس سال سے زائد عرصہ ہوا ایک سرکاری کمیٹی انتظامی ضابطہ کے ذریعے دمشق یونیورسٹی کے کلیۃ الشریعۃ میں قائم کی گئی تھی اور اس کمیٹی نے ضروری تیاری اور تحقیق کا کام اس انسائیکلو پیڈیا کے منصوبے کے سلسلے میں مضبوط بنیادوں پر شروع کر دیا تھا۔ میں بھی اس کا رکن تھا۔

پھر ۱۹۵۸ء میں مصر اور شام کے الحاق کے بعد وزارت اوقاف نے اپنی ذمہ داری میں اس منصوبے کو شروع کیا اور اسے مالی امداد بھی فراہم کی اور ایک نئی کمیٹی بنائی جس میں شامی اور مصری صوبوں کے فقہاء شریعت شامل تھے۔ اس کمیٹی نے نئے طرز سے کام کیا اور اس منصوبے کو پورا کرنے کے لئے مناسب فاصلہ طے کیا۔ لیکن مصر اور شام کے درمیان ۱۹۶۱ء میں الحاق کے خاتمے پر یہ منصوبہ دونوں ملکوں میں ختم ہو گیا۔

اس کے بعد کویت کی حکومت کی وزارت اوقاف نے ۱۹۶۶ء کے آخر میں فقہی انسائیکلوپیڈیا پر کام شروع کردیا اور مجھے اس کو پایۂ تکمیل تک پہنچانے کے لئے دمشق یونیورسٹی سے عارضی طور پر بلالیا۔ اس پر تقریباً پانچ سال تک کام ہوتا رہا جس میں ہم نے اس منصوبے کا ایک بڑا حصہ مکمل کرلیا تھا کہ اوقاف کا ایک نیا وزیر ۱۹۷۱ء میں آیا اور اس نے اس منصوبے کو منسوخ کردیا۔ اس طرح کام رک گیا۔

فقہی انسائیکلوپیڈیا پر کویت حکومت کی تحریک پر مصر میں دوبارہ کام شروع کیا گیا۔ لیکن مصر میں دوبارہ کام اگرچہ چھان پھٹک اور مسابقت کے جوش کے ساتھ شروع ہوا، اور اس طرح انہوں نے لکھنے اور مسائل کے استنباط میں ایک بڑا مرحلہ طے کرلیا۔ مگر اس میں عمل کی پختگی کی کمی ہے جو تفصیلی انسائیکلوپیڈیا تیار کرنے کے لئے ضروری ہوتی ہے۔

پھر آخر کار کویت کی وزارت میں تبدیلی اور اوقاف کے نئے وزیروں کے آنے کے بعد کویت کو اس بہت ہی بڑی غلطی کا احساس ہوا جس کا ارتکاب سابق وزیر نے منصوبے کو منسوخ کرکے کیا تھا لہٰذا اوقاف کے آنے والے وزیروں نے فقہی انسائیکلوپیڈیا کے منصوبے پر دوبارہ کام کو سنجیدگی اور اہتمام اور سچی نیت سے شروع کرنے کا اعلان کیا اور انہوں نے اس منصوبے کو چلانے کے لئے ایک خاص کمیٹی تشکیل دی اور اس میں کام کرنے کے لئے عملی طریق کار وضع کیا اور (اب) کویت کی وزارت اوقاف اپنے موجودہ وزیر کی ہمت اور اخلاص سے اس کام کو پایۂ تکمیل تک پہنچانے کے لئے کوشاں ہے۔

(ب) فقہی ادارے کے منصوبے کے سلسلہ میں اب تک دو نمونے سامنے آئے ہیں۔

(پہلا) نئے نظام کے تحت جامع الازہر کا ادارہ تحقیقات اسلامی۔ اس صدی کے چھٹے عشرے کی ابتدا میں تقریباً بیس سال قبل وجود میں آیا اس کا ایک سالانہ اجلاس ہوتا ہے جو مہینہ بھر جاری رہتا ہے۔ خیال یہ تھا کہ شاید یہ بہتر بنیاد بن سکے گا جس سے مطلوبہ عالمی فقہی ادارے کی پوری عمارت کھڑی ہو سکے گی۔ لیکن وہ اپنے وجود میں آتے ہی حکمران نظام کے دائرہ اقتدار میں آگیا، اور وہ توقعات پوری نہ ہو سکیں جو اس سے وابستہ تھیں۔

دوسرا نمونہ رابطہ عالم اسلامی کا قائم کردہ فقہی ادارہ ہے جسے اس نے مکہ مکرمہ میں دو سال قبل قائم